تعلیماتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور عالمگیر تہذیب کا تصور

* آمنہ صدیقی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس معاشرے کے بنیاد رکھی، وہ معاشرہ پہلی صدی ہجری کے وسط میں ہی مختلف منظر ناموں، متعدد ثقافتوں اور متفرق زبانوں کے امتزاج سے توحید کی اساس پر بننے والا پہلا عالمگیر معاشرہ بن چکا تھا۔ مختلف ثقافتوں کے متفرق عناصر سیرت طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں انسانی تاریخ کے عظیم الشان نقطہَ اتصال میں جمع ہوئے اور ایک عظیم الشان اسلامی تہذیب وتمدن کی تشکیل میں اپنا حصہ ڈال گئے۔ اسلامی تہذیب کی تشکیل کیسے ہوئی؟ یہ تہذیب سیرتِ طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسے استفادہ کرتی رہی؟ اور تعلیماتِ نبوی کی روشنی میں اس تہذیب نے کس طرح عالمگیر تہذیب کا درجہ حاصل کیا؟ نیز آج کے دور میں اس عالمگیر تہذیب کے ارتقاء میں تعلیماتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسے استفادہ کیا جا سکتا ہے؟ یہ ہیں وہ سوالات جن کا جواب اس مقالہ میں تلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مقالہ ہذا کے پہلے حصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی نوعیت کو واضح کیا گیا ہے جبکہ دوسرے حصہ میں اسلامی تہذیب وتمدن کا تعارف اور اس کے بنیادی نظریے کی وضاحت کی گئی ہے جبکہ تیسرے حصہ میں سیرتِ رسول کی روشنی میں تشکیل شدہ عالمگیر معاشرے کی خصوصیات کو واضح کیا گیا ہے۔ مقالہ کے آخری حصہ میں عالمگیر اسلامی تہذیب وتمدن کے اثرات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ مقالہ ہذا سیرت نگاری کے معروف منہج اور بیانیہ اسلوبِ تحقیق کا امتزاج ہے۔ حتی المقدور کوشش کی گئی ہے کہ اصلی مصادر سے استفادہ کیا جائے۔ جس جگہ ضروری ہوا وہاں پر تشریح وتعبیر کے لیے معاصر کتب سے بھی مدد لی گئی ہے۔

❶ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عالمگیر اور جامع بعثت

انسانی زندگی کی دو اہم جہتیں ہیں جس میں ایک مادی اور دوسری روحانی جہت ہے۔ انسان کی کامیابی دونوں جہتوں کی متوازن تربیت کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ انسانی تاریخ نے بہت سارے پیشواؤں، مفکرین، صوفیاء اور مذہبی رہنماؤں کی زندگیوں کا مشاہدہ کیا ہے(1) اس وقت دنیا میں جس جگہ بھی روحانیت اور اچھائی کا نور ہے یا خلوص یا دل کی صفائی کا اُجالا ہے وہ انہی ہستیوں کی تعلیمات کا نتیجہ ہے۔ یہ ہستیاں یا تو انبیاء علیہم السلام تھے یا پھر

* ریسرچ سکالر، ایل ایل ایم، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

ان کے تربیت یافتہ اصحاب تھے۔ پہاڑوں کے غار، جنگلوں کے جھرمٹ، شہروں کی آبادیاں، غرض جس جگہ بھی رحم، انصاف، غریبوں کی مدد، یتیموں کی پرورش اور نیکیوں کا سراغ ملتا ہے وہ اسی برگزیدہ جماعت کے افراد کی دعوت کا نتیجہ ہے۔(2) جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

﴿إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيْراً وَنَذِيْراً وَإِن مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ﴾(3)

اسی طرح ارشادِ باری تعالیٰ ہے:﴿وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ﴾(4)

ایک ہی آدم وحوا کی اولا ہونے کے باوجود ازل سے انسان معاشی اور معاشرتی اغراض کے لیے الگ الگ بستیوں اور ملکوں میں رہتے تھے۔ اسی لیے ابتدائی طور پر انبیاء بھی قومی اور وطنی ہوتے تھے نہ کہ بین الاقوامی۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلاً إِلىٰ قَوْمِهِمْ﴾(5)

بعثت نبوی کے دور کو انسانی تاریخ میں Age Of Exile کی حیثیت حاصل ہے۔ انسانیت کے لیے عالم گیریت کی ضرورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے موقع پر ہی محسوس ہوئی یونان فصاحت و بلاغت کے دریا بہا چکا تھا۔ دنیا کو اس کی ذہنی غلامی سے نجات دلانے کے لیے حکمت و فصاحت کے ایک بہتر اور بلند تر نمونے کی ضرورت تھی۔ روم نے قانون سازی میں کمال پیدا کیا ہوا تھا اور رسول عربیؐ کی پیدائش سے پانچ سال قبل فوت ہونے والے شہنشاہ جسٹینین نے رومی قوانین کی تدوین کا کارنامہ سرانجام دے کر دنیا کو ایک چیلنج دے دیا تھا کہ اس سے بہتر کوئی قانون لاؤ۔ اسی طرح ہندوؤں، مصریوں اور ایرانیوں نے کچھ ایسے کارنامے چھوڑے تھے جن سے خاص خاص شعبوں میں انسانی ذہنیت پر ان کی برتری مسلّم ہو چکی تھی۔ اور ضرورت تھی کہ انسانی ذہن کی صحت مند بالیدگی کو کچلنے والے موانع کو دور کیا جائے اور انسان کو عقل، فکر، نظر، بصر، سمع تفقہ، تدبر، شعور اور علم وغیرہ سے خود کام لینے پر آمادہ کیا جائے۔ اس دور کے بین الاقوامی حالات تقاضا کر رہے تھے کہ پوری دنیا کو اب جھنجھوڑ کر یاد دلایا جائے کہ وطنی، نسلی، علاقائی اور لسانی تقسیم کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ نیز یہ کہ ایک ایسی عالم گیر تہذیب کی ضرورت ہے جو تعصّبات سے بالاتر ہو کر انسانیت کو رہنمائی دے سکے۔(6)

انسان کی اخلاقی اور روحانی دنیا کا ایوان انبیاء کی سیرت سے آراستہ ہے۔ نوحؑ کا جوشِ تبلیغ، ابراہیمؑ کا ولولہ توحید، اسحاقؑ کی وارثت پدری، اسماعیلؑ کا ایثار، موسیٰؑ کی سعی وکوشش، ہارونؑ کی رفاقت حق، یعقوبؑ کی تسلیم، داوٗدؑ کا غربت حق پر ماتم، سلیمانؑ کا سرور حکمت، زکریاؑ کی عبادت، یحیٰؑ کا زہد، یونسؑ کا اعترافِ قصور، لوطؑ کی جان فشانی، ایوبؑ کا صبر۔(7) یہی وہ حقیقی نقش و نگار ہیں جو شاہد و مبشر، نذیر و داعی اور سراج منیر محمد رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی زندگی میں نہ صرف جمع ہو گئے بلکہ عملی طور پر رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے ذریعے انسانوں کو یہ جاننے کا موقع مل گیا کہ ان خصوصیات کے ساتھ کیسی زندگی گزاری جاتی ہے۔ یہ اس لئے ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا کے آخری پیغمبر اور نبی بنا کر بھیجے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم تمام تعصّبات سے بالاتر ہو کر دائمی وجود رکھنے والی تھی۔ ان کو قیامت تک زندہ رہنا تھا۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک کو مجموعہ کمال اور دولت بے زوال بنا کر کسی مخصوص قوم یا گروہ کی بجائے عالمگیر انسانیت کے لیے نبی بنا کر بھیجا گیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندے اور رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم ابن عبد اللہ سے مخاطب ہو کر فرمایا:﴿وَمَا اَرْسَلْنَاکَ اِلاَّ کَآفَّةً لِلنَّاسِ بَشِیراً وَ نَذِیراً﴾(8)

نیز ارشاد ہوا:﴿قُلْ یَا ایُّهَا النَّاسُ اِنِّی رَسُولُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیعاً﴾(9)

ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت عالمی ہے۔ آپ سے پہلے آنے والے انبیاء علیہم السلام نے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے تفویض کردہ فرائض کو بطریق احسن سرانجام دیا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ساتھ ہی ان کی تعلیمات مکمل ہوگئیں گویا کہ ہر نبی اور رسول ایک مخصوص تہذیب کی بنیاد ہی رکھتا گیا اور رسول اللہ ایک عالم گیر تہذیب کی تشکیل کے لیے مبعوث ہوئے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿وَمَا أَرْسَلْنَاکَ إِلاَّ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِینَ﴾(10)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کے بارے میں دوٹوک انداز میں دو عظیم حقیقتوں کا اعلان فرمایا ہے۔ پہلی حقیقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب نبوت اور پیغام کی عالمگیریت اور آفاقیت ہے، جبکہ دوسری حقیقت کا تعلق اس بات سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات صرف بنی نوع انسان ہی نہیں بلکہ تمام مخلوقات ارضی وسماوی کے لیے رحمت مجسم اور سراپا عفو و درگزر بنا کر اس دُنیا میں بھیجی گئی ہے۔ ان دونوں حقیقتوں کو باہم ملانے سے یہ بات خود بخود واضح ہو جاتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت اور عفو و درگزر کی صفت بھی عالمگیر اور آفاقی ہے، جو رنگ و نسل اور قومیت و برادری کے تعصّبات اور اللہ تعالیٰ کی ''پسندیدہ اور چنیدہ قوم اور گروہ انسانی'' کے تصور سے بلند اور برتر ہے۔ مزید برآں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحم گستری اور محبت وشفقت صرف بنی نوع انسان تک محدود نہیں بلکہ تمام مخلوقات پر محیط ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنفُسِكُمْ عَزِیزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤُفٌ رَّحِیمٌ﴾(11)

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰه وَالْيَوْمَ الآخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيرًا﴾(12)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفتِ رحمت کی آفاقیت دین اسلام اور اس کے ابدی پیغام کی آفاقیت اور عالمگیریت سے ہم آہنگ ہی نہیں بلکہ اس کا منطقی تقاضا بھی ہے۔ دیگر انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والتسلیم کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کسی خاص قوم، ملک یا گروہ انسانی کی ہدایت و رہبری کے لیے نہ تھی بلکہ اس کا دائرہ کار تمام عالم انسانیت کی رہنمائی اور ان کی اُخروی فلاح و سعادت پر محیط ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین اور اس کے پیغام کی ابدیت اور آفاقیت کا تقاضا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت رحمت بھی اپنی طبیعت، مزاج اور اثر انگیزی کے اعتبار سے عالمگیر اور تمام مخلوقات پر عام ہو۔(13)

چنانچہ یہی وجہ ہے کہ تاریخ انسانیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عالمگیر رحمت اسلامی تہذیب وتمدن کا لازمی عنصر رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کی روشنی میں مسلمانوں نے عظیم الشان اسلامی تہذیب و تمدن کی بنیاد رکھی۔ اسلامی تہذیب وتمدن عربی تہذیب وتمدن نہیں ہے اور نہ ہی اس کی بنیاد عربی جاہلیت پر اُستوار کی گئی۔ یہ تو ایک ایسی عالمگیر تہذیب وتمدن ہے جس میں قبل از اسلام کی تمام تہذیبوں کی خوبیوں کی آمیزش تو ہے لیکن خامیاں کہیں نہیں ہیں۔ یہ عالمگیر تہذیب مسلمانوں نے اُسوہ حسنہ سے اخذ کردہ اصولوں کی بناء پر تشکیل دی۔ قرآن پاک کے ابدی اصولوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرۃ طیبہ میں عملی صورت میں مسلمانوں نے اسلامی تہذیب وتمدن کی اساس کے طور پر دیکھا اور اسی کو اپنا لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بطور نبی ہی نہیں بلکہ قبل از بعثت کی زندگی بھی اسلامی تہذیب کے لیے نمونۂ تقلید ہے اور ایک مصدر کی حیثیت رکھتی ہے۔ کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت میں تمام صفاتِ کاملہ بدرجہ اتم موجود ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت قیامت تک کے لیے نمونہ ہے۔ اس لیے کہ آپ کے اخلاقِ عالیہ میں سچائی، حلم، صدق، برداشت، محبت، شجاعت، تواضع، وفا وغیرہ جیسی تمام صفات اپنی جامع حالت میں موجود ہیں، انہی صفات کی وجہ سے تو جبرائیل نے کہا:

> ''میں نے زمین کو مشرق سے مغرب تک گھوما لیکن مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل کوئی نہیں ملا اور میں زمین میں مشرق و مغرب تک گھوما لیکن مجھے بنی ہاشم سے اچھا کوئی نسب نہیں ملا''(14)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس حالت میں جوان ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو جاہلیت کی بری عادتوں سے اپنی حفاظت میں رکھا ہوا ہے۔ بہت جلد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم میں اپنے عالی اخلاق، بہترین

حسب ونسب، اچھے پڑوسی، سب سے زیادہ برداشت والے، سب سے زیادہ سچے، سب سے زیادہ امانت والے اور بے حیائی سے سب سے زیادہ دُور رہنے والے کی حیثیت سے مشہور ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو الامین کے لقب سے نوازا گیا۔(15)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کے یہ عالی اخلاق نبوت سے پہلے ہی ظاہر ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جاہلیت کے برے ماحول کا مقابلہ کرتے رہے۔ اپنی قوم کی برائیوں کو ختم کرنے کے لیے سوچتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ خون خرابہ ہو اور لوگوں کی جانوں کو نقصان پہنچے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر 35 سال ہوئی تو اہل مکہ نے بیت اللہ کی از سر نو تعمیر کا فیصلہ کیا۔ تعمیر کے بعد حجر اسود کو اس کی مخصوص جگہ پر رکھنے کے معاملے میں عرب قبائل زبردست اختلاف کا شکار ہو گئے۔ قریب تھا کہ تلواریں چل جاتیں لیکن ان کا اس بات پر اتفاق ہو گیا کہ محمد ابن عبداللہ اس تنازع میں ثالث ہوں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سیاہ پتھر کو چادر میں رکھا، تمام قبائل کو بلایا اور کہا:

﴿تأخذ كل قبيلة بناحية من الثوب ثم ارفعوا جميعا﴾(16)

''ہر قبیلہ چادر کے ایک سرے کو پکڑے اور سب مل کر اسے بلند کریں''۔

انہوں نے ایسا ہی کیا اور جب یہ پتھر مخصوص جگہ پر پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے دست مبارک سے متعلقہ جگہ پر نصب کر دیا۔ یہ مثال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سیاسی حکمت عملی کو ظاہر کرتی ہے جس میں لوگوں کے درمیان تنازعات کو ختم کر کے اتحاد کو قائم کرنا اہم ہے(17) اسی سیرتِ طیبہ نے اسلامی تہذیب و تمدن کو پروان چڑھایا۔

2 اسلامی تہذیب وتمدن کا بنیادی نظریہ

تہذیب کا لفظ هذّب يهذب تهذيباً سے ماخوذ ہے جس کے معنی پاک کرنے اور سنوارنے کے ہیں۔ لغوی اعتبار سے کسی چیز کو پاک اور خالص کر دینا تہذیب کہلاتا ہے جبکہ اصطلاحی مفہوم میں تہذیب سے مراد کسی معاشرے کی بامقصد تخلیقات اور سماجی اقدار ہیں۔ تہذیب معاشرے کی طرزِ زندگی کی اساس ہے جبکہ زبان، آلات واوزار، پیداوار کے طریقے، سماجی رشتے، رہن سہن، فنونِ لطیفہ، علم وادب، فلسفہ وحکمت، اخلاق وعادات، رسوم ورواج اور خاندانی تعلقات وغیرہ تہذیب کے مختلف مظاہر ہیں۔(18)

ہر تہذیب کی بنیاد کسی بنیادی نظریہ (Presiding Idea) پر ہوتی ہے۔ اسی بنیادی نظریے کی بنا پر مختلف تہذیبیں ایک دوسرے سے ممیّز ہوتی ہیں اور یہی نظریہ تہذیبوں کے درمیان ہم آہنگی کا باعث بنتا ہے۔(19) اسی

نظریے کی بنیاد پر تہذیبیں ایک دوسرے سے اخذ واستنباط کرتی ہیں۔(20)

اسلامی تہذیب کا بنیادی نظریہ توحید ہے اور توحید کے مطابق عملی زندگی کی مثال نبی کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ عملیت کسی نظریے کی کامیابی اور آفادیت کو جانچنے کا سب سے بڑا معیار ہے۔ عملیت کا مقصود یہ ہے کہ کسی تہذیب کا بانی جس تعلیم کو پیش کر رہا ہو خود کا اس کا ذاتی عمل اس کی مثال اور نمونہ ہو۔ نیز یہ کہ اس کے عمل سے وہ نظریہ قابل عمل ثابت ہوتا ہو۔ خوش کن سے خوش کن فلسفہ، دلچسپ سے دلچسپ نظریہ اور خوش سے خوش آئند اقوال ہر شخص ہر وقت پیش کر سکتا ہے۔ لیکن جو چیز ہر شخص ہر وقت نہیں پیش کر سکتا وہ عمل ہے۔ انسانی سیرت کے بہتر اور کامل ہونے کی دلیل اس کے نیک اور معصوم اقوال و خیالات اور اخلاقی و فلسفیانہ نظریئے نہیں بلکہ اس کے اعمال اور کارنامے ہیں۔ اگر یہ معیار قائم نہ کیا جائے تو اچھے اور برے کی تمیز اٹھ جائے اور دنیا صرف بات بنانے والوں کا مسکن رہ جائے۔ لاکھوں شارعین اور ہزاروں بانیان مذاہب میں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کون ہے جو اپنی عملی سیرت کو اس ترازو پر تلوانے کے لیے آگے بڑھ سکتا ہے؟(21)

اخلاقی نصیحتیں بہت ہی دل خوش کن کیوں نہ ہوں جب تک عمل سے ان کی تصدیق نہ ہو جائے۔ وہ سیرت نہیں بلکہ معصومانہ قرینوں کا مجموعہ ہوتی ہے۔ دشمن پر قابو پائے بغیر عفو کی مثال پیش کی نہیں جا سکتی۔ اپنا مال غریبوں اور مسکینوں میں تقسیم کیے بغیر خیرات کی مثال قائم نہیں کی جا سکتی۔ اپنے عزیز واقارب اور بیوی بچوں کے بغیر دنیا کے لیے ان کے ساتھ حسنِ سلوک کی مثال قائم نہیں کی جا سکتی۔ غریبوں کی مدد کرنا، محتاجوں کو کھانا کھلانا، کمزروں کی حمایت کرنا، ظالموں کے حق میں حق گوئی سے کام لینا، گرتوں کو سنبھالنا، گمراہوں کو رستہ دکھانا، عفو وکرم، سخا، مہمان نوازی، حق گوئی، رحم، حق کی نصرت کے لیے جوش، جدوجہد، مجاہدہ، ادائے فرضی، ذمہ داریوں کی بجا آوری، غرض تمام وہ اخلاق جن کا تعلق عمل ہے اسی صورت میں کام کے ہیں جب وہ عملی سیرت کا نمونہ ہوں۔ کوئی بھی تہذیب ان چیزوں کو اپنا نہیں سکتی جب تک کہ اس کے پاس ان چیزوں کے لیے کوئی قابل تقلید نمونہ نہ ہو۔

عالم گیر تہذیب کو صلح و جنگ، فقر و دولت، ازواج و تجرد، تعلقات خداوندی و تعلقات عباد، حاکمیت و محکومیت، سکون و غضب، جلوت و خلوت، غرض زندگی کے ہر پہلو کے متعلق عملی مثال چاہئے دنیا کا بیشتر بلکہ تمام تر حصہ انہی مشکلات اور تعلقات میں الجھا ہوا ہے۔ اس لیے لوگوں کو انہی مشکلات کے حل کرنے اور انہی تعلقات کو بوجہ احسن انجام دینے کے لیے عملی مثالوں کی ضرورت ہے، قولی نہیں بلکہ عملی۔ لیکن یہ کہنا شاعری اور خطابت نہیں بلکہ تاریخی واقعہ ہے کہ اس معیار پر بھی سیرت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی دوسری سیرت پوری نہیں اتر سکتی۔(22)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی سیرت اسلامی تہذیب کی Primordial Tradition ہے، اسلامی

تہذیب کا بنیادی نظریہ توحید ہے۔ جس کی مستند تفسیر قرآن پاک ہے۔ اور اس کا عملی اظہار رسول اللہ ﷺ کی سیرت ہے جو اسلامی تہذیب کی Primordial Tradition یا عملی صورت ہے۔ اسلامی نظریہ حیات کا اسلامی تہذیب کے مختلف مظاہر میں جو کہ مراکش سے انڈونیشیا اور اندلس سے وسطی ایشیا تک پھیلے ہوئے ہیں، مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ مختلف لوگوں اور مختلف ثقافتی پس منظر رکھنے والوں نے نظریہ توحید کی اساس پر اسلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے 100 سال کے اندر اندر دنیا کے کونے کونے میں پہنچا دیا۔(23)

اسلام کی تیز رفتار، مؤثر، ہمہ گیر اور عالمی اشاعت سیرت طیبہ کی تاثیر کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ مسلمانوں کی تمام کامیابیاں اور اسلامی تہذیب کی تمام فتوحات سیرت طیبہ کی روشنی کی ہی مرہون منت ہیں۔ فلسطین اور شام 640 میں فتح ہو گئے۔ عراق 641ء میں اسلامی تہذیب کا حصہ بنا۔ مصر 642ء میں، الجیریا اور مراکش 705ء اور سندھ 712ء میں اسلامی تہذیب کا حصہ بن گئے۔ ہجرت کی پہلی صدی کے اندر اندر اسلام اسپین میں بھی پہنچ گیا۔(24) وہ علاقے جو یونانی، لاطینی، ارمایائی تہذیبوں کے صدیوں تک مراکز رہے، وہ سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی کی وجہ سے ایک صدی کے اندر اندر اسلامی تہذیب کا نہ صرف حصہ بن گئے بلکہ بعد کی صدیوں میں اسلامی تہذیب کے مراکز کی حیثیت سے معروف ہو گئے۔ ان تمام علاقوں کی زبانیں عربی میں مدغم ہو گئیں۔ مدینہ کی کچی مسجد نبوی سے بلند ہونے والی اذان بلال ایک صدی کے اندر اندر اسلامی دنیا کے تمام تہذیبی مراکز سے گونجنے لگی اور دنیا کو ایک خدا کی عبادت کی طرف بلانے لگی۔(25)

❸ سیرتِ نبوی صلی اللہ علی وسلم کی روشنی میں تشکیل شدہ عالمگیر تہذیب کی خصوصیات

(الف) جامعیت و کاملیت

عہد رسالت سے قبل چھٹی صدی ہجری میں انسانیت تاریک ترین دور سے گزر رہی تھی۔ ہر طرف جاہلیت چھائی ہوئی تھی۔ دنیا کی تمام تہذیبیں نیکی، اصلاح اور ایمان کی بجائے لادینیت اور انسانوں کی تقسیم پر اُستوار ہو چکی تھیں۔ رُوحانی مراکز کی مذہبی حرارت سرد ہو گئی تھی اور عالمگیر سطح پر تاریکی اور فساد پیدا ہو گیا تھا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ظَهَرَ الفَسَادُ فِي البرِّ وَالْبَحرِ﴾(26)

ایرانی بادشاہ نے ملکی خزانے کو ذاتی قرار دے دیا تھا۔ جب کہ روم میں بادشاہ خدا بن کر اپنی عبادت کرواتا تھا۔ یورپ کی حالت قابل رحم تھی۔ ناجائز محاصل کی بھرمار تھی۔ عوام مفلس اور امراء عیاش تھے۔ سارا یورپ وحشت و بربریت اور جہالت میں ڈوبا ہوا تھا۔ تہذیب و شائستگی کا شائبہ تک نہ تھا۔(27) یہودیت و عیسائیت اپنی اصلیت کھو چکی تھیں۔ برصغیر پاک و ہند میں برہمن، کھشتری، ویش اور شودر کی تقسیم نے انسانیت کو ذات پات

اور پیشوں میں بانٹ دیا تھا۔عورت کم تر مخلوق تھی اور اکثر عورت شوہر کی وفات پر اس کے ساتھ ستی ہو جاتی تھیں(28) بدھ مت نے دنیا کو فریب قرار دے دیا اور ترک دنیا کو نجات کا ذریعہ قرار دے دیا۔ترکِ دنیا اور تہذیب کا کیا تعلق(29) عربوں کے ہاں درختوں، کنوؤں، پتھروں کو مقدس جانا جاتا تھا اور انسان ایسی چیزوں سے ڈرتا تھا جسے اس نے خود بنایا تھا۔ انسان اپنی زندگی وسوسوں، اندیشوں، اوہام وتخیلات اور اُمیدوں کے درمیان گزارتا تھا جس کے نتیجے میں اس کے اندر بزدلی، کمزوری جیسی بیماریوں نے گھر کرلیا(30)

ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جامع اور کامل تہذیب کا پیغامبر بنا کر آخری نبی اور رسول کے طور پر مبعوث فرمایا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت سے ایک نئے معاشرے اور تہذیب کی بنیاد پڑی۔اس تہذیب نے انسانیت کو زندگی، نئی روشنی، نئی حرارت، نیا جذبہ، نیا ایمان، نیا یقین اور نیا تمدن عطا فرمایا۔ اس نئے فلسفہ حیات کی بدولت انسان انسانوں کی غلامی سے آزاد ہوکر حقیقی آزادی کی نعمت سے ہمکنار ہوا۔ یہ فلسفہ حیات اس نمونہ کامل کے عمل سے سامنے آیا جس کی اتباع کو اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کا معیار قرار دیا۔ارشاد ہوتا ہے:﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾(31)

ایک لمحہ کے لیے نشہ دینی سے سرمست ہوکر اپنی جان دینا آسان ہے مگر پوری زندگی میں، ہر چیز میں، ہر حالت میں، ہر کیفیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے پل صراط کو اس طرح طے کرنا کہ کسی بات میں سنت محمدیؐ سے قدم اِدھر اُدھر نہ ہو سب سے مشکل امتحان ہے۔اس اتباع کے امتحان میں صحابہ پورے اُترے اور اس جذبے نے تابعین، تبع تابعین، محدّثین، مورخین، اربابِ سیر کا یہ اہم فرض قرار دے دیا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک بات، ایک ایک چیز، ایک ایک جنبش کو معلوم کریں اور بعد میں آنے والوں کو بتائیں تاکہ مسلمان اس پر چلنے کی کوشش کریں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی کوئی کڑی گم نہیں ہے۔کوئی واقعہ زیر پردہ نہیں ہے جو کچھ ہے وہ تاریخ کے صفحات میں آئینہ ہے اور یہی ایک ذریعہ ہے جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے کامل، معصوم اور بے گناہ ہونے کا یقین ہے اور یہی زندگی جس کا ہر پہلو روشن ہے،انسان کے لیے کامل نمونہ ہے۔(32)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ نے انسانوں کے درمیان شمع محبت روشن کی۔ یہ لوگ ایک دوسرے کا بھلا چاہنے لگے اور ہر سو فضا احد احد سے گونج اٹھی۔ظلمتیں چھٹ گئیں، کدورتیں ختم ہوگئیں، آغوش محبت میں پرورش پا کر مکہ میں جاہل عرب کے بدو، لٹیرے، ڈاکو، گڈریے، شریف انسانوں کا رُوپ دھار گئے۔ ہواؤں کا رخ بدل گیا۔انسانیت کی ذہنی، جسمانی اور رُوحانی امراض کا علاج کرنے طبیب اعظم ظہور پذیر ہوا تو قیصر وکسریٰ کانپ اُٹھے۔نتیجتاً پہلوئے کامل اور جامع تہذیب کا ارتقاء ہوا۔ایسی تہذیب جس نے زندگی کے ہر شعبہ کے

متعلق چاہے وہ اعتقادی ہو، سیاسی ہو، معاشی ہو یا معاشرتی، دنیاوی ہو یا اُخروی مکمل راہنمائی فرما دی اور قرآن نے اعلان کر دیا﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ أَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَ رَضِيتُ لَكُمُ الاِسْلَامَ دِيناً﴾(33)

(ب) آفاقیت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آفاقی تعلیمات کے نتیجے میں اسلامی تہذیب پروان چڑھی۔ دنیا میں بابل و سیریا، ہندوستان وچین، مصر وشام اور یونان و روم میں بڑے بڑے تمدن پیدا ہوئے۔ اخلاق کے بڑے بڑے نظریے قائم ہوئے۔ تہذیب و شائستگی کے بڑے بڑے اصول بنائے گئے۔ اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے، دعوت و ملاقات، عبادت وتعزیت، دفن وکفن کی بہت سی رسوم، آداب، شرائط اور ہدایات مرتب ہوئیں اور انہی سے قوموں کی تہذیب، تمدن اور معاشرت کے اصول اخذ ہوئے۔ یہ اصول صدہا سال میں بنے، پھر بھی بگڑ گئے۔ صدیوں میں ان کی تعمیر ہوئی تاہم وہ فنا ہو گئے لیکن اسلامی تہذیب وتمدن جو چند برسوں میں بنی اور تعمیر ہوئی۔ چودہ سو سال سے کل زمین کی سینکڑوں مختلف اقوام میں یکسانی کے ساتھ قائم ہے۔ کیوں کہ اس کا ماخذ محمّد عربی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہے۔ اس زندگی کے آئینہ میں صحابہ نے اپنی زندگیاں سجائیں اور تابعین نے ان کا عکس اتارا اور اس طرح وہ تمام دنیائے اسلام کا عمل اور رسم بن گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مقدس مرکزی نقطہ تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کو خط اور بعد کی نسلوں نے اس کو دائرہ بنا دیا(34) اس دائرہ کی بناء پر اُمت مسلمہ نے تحقیق وتعمیر کے میدان میں بے بہا خدمات سرانجام دیں۔ اس علمی شان وشوکت نے دنیائے اسلام کو انسانیت کی قیادت وسیادت کے منصب پر فائز کر دیا۔(35)

سیرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا کا آئینہ خانہ ہے جس میں دیکھ کر ہر شخص اپنے جسم و روح، ظاہر و باطن، قول وعمل، زبان و دل، آداب و رسوم، طور وطریق کی اصلاح کر سکتا ہے۔ سیرت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم دُنیائے اسلام کا عالمگیر آئینہ ہے۔ اسی سے حسن و قبح اور نیکی و بدی کا راز کھلتا ہے۔ اسی لیے یہ سیرتِ طیبہ تمام انسانوں کے لیے آفاقیت پر مبنی تہذیب کی حقیقی بنیاد ہے۔(36)

(ج) اخوّت ومساوات

اسلامی تہذیب وتمدن کی ایک اہم خصوصیت اخوت و مساوات ہے۔ اخوت و مساوات کی بنیاد عظمت انسانی کا اسلامی درس ہے۔ ارشاد ہوتا ہے: ﴿و لقد كرمنا بنی آدم﴾(37) نیز فرمایا: ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الانسانَ فِي اَحسَنِ تَقْوِيمْ﴾(38)۔ انسانی عظمت کے اس تصور نے تمام مسلمانوں کو وحدت میں جوڑ دیا۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ﴾(39)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اخوت کے اصول کو محض فکری اور نظریاتی انداز میں ہی پیش نہیں کیا بلکہ مواخات مدینہ کی صورت میں اس کے لیے مثال بھی فراہم کر دی۔ یہی نظریہ اخوت منتشر اقوام و قبائل کو ایک قوم بناتا ہے اور عقیدہ ایمان کی بناء پر ایسا رشتہ قائم کرتا ہے جو خاندانی رشتوں سے زیادہ مستحکم اور مضبوط ہے۔

(د) متحرک تہذیب

اسلامی تہذیب ایک متحرک تہذیب ہے اس میں اجتہاد کی بدولت حرکت پذیری ہے۔ اجتہاد کی خصوصیت نے اس تہذیب کو عصری اور مقامی تقاضوں کو پورا کرنے کی صلاحیت دی ہے۔ اس تہذیب کے ابدی ضوابط اور دائمی اصول ہر نئی اور مثبت تبدیلی کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، چنانچہ سید قطب شہید کے بقول اسلامی تہذیب کی ظاہری اور خارجی صورتوں میں لچک اور تغیر پذیری کا وجود عقیدہ اسلام ہے۔(40)

متحرک تہذیب ہونے کی بناء پر اسلامی تہذیب میں ایرانی، عراقی، مصری، اور شامی تہذیبوں کے مثبت اجزاء شامل ہو گئے۔ عباسی دور کے بغداد میں اسلامی تہذیب نے علم و حکمت کی صورت اختیار کر لی۔ ایران پہنچ کر یہ نقاشی مصوری اور شاعری میں ڈھل گئی۔ ہندوستان میں حسین عمارات کا قالب اختیار کر گئی۔ ہسپانیہ میں یہ عظیم تہذیب درس گاہوں اور لائبریریوں میں بدل گئی۔ اسلام جس جگہ بھی گیا وہاں اس نے کچھ نہ کچھ لیا لیکن دیا بہت کچھ۔ آتش پرست کی مقدس آگ چراغ مسجد بن گئی اور ان کا کلس ہمارا مینار۔ یوں سیرتِ طیبہ کی روشنی میں ایک ایسی عالمگیر تہذیب منظّم ہوئی جس نے پوری دنیا کو اپنی آغوش میں لیا۔(41)

آج اگرچہ یہ تہذیب کمزور اور زوال پذیر ہے۔ لیکن ختم نہیں ہوئی اور اس میں پھر اسی عروج کی صلاحیت موجود ہے جو کہ ابدی سیرت کا عکس ہے۔

4 عالمگیر اسلامی تہذیب و تمدن کے اثرات

سیرتِ طیبہ کی روشنی میں پروان چڑھنے والی عالمگیر تہذیب نے رنگ و نسل، زبان و وطن، مادی مصلحتوں اور جغرافیائی حد بندیوں کو پس پشت ڈال کر عقیدہ توحید کی بنیاد پر عالمی معاشرے کی بنیاد رکھی۔ اس عالمی معاشرے میں انسانی خصائص کو ابھارا گیا نتیجتاً عالمی اسلامی معاشرہ ایک ایسا وسیع الظرف اور کھلا معاشرہ بن گیا جس میں ہر نسل، ہر قوم، ہر رنگ کے افراد داخل ہو سکتے تھے۔ اس عالمگیر اجتماع میں حیوانی خصوصیات کی حد

بندیوں کا نام ونشان تک نہ تھا۔ اس کے بحر بیکراں میں اعلیٰ انسانی صلاحیتوں اور بوقلموں کی ندیاں آ کر گرتی رہیں۔ ان کے امتزاج سے ایک اعلیٰ درجہ کا ایسا مرکب تیار ہوا جس نے ایک خیرہ کن اور عظیم تہذیب کو جنم دیا۔ اس تہذیب نے اپنے دور کی تمام انسانی صلاحیتوں اور فکر و دانش کا نچوڑ اپنے دامن میں جمع کر لیا۔ اس تہذیب کے دَورِ عروج میں مسافتیں کٹھن تھی، مواصلات کے ذرائع سست تھے لیکن اس اعلیٰ درجہ سے عالمی اسلامی معاشرے میں ہر تہذیب ونسل اور ہر قوم وملت کے جوہر تاباں جمع ہوئے، سب کی خصوصیات سیرتِ طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں یکجا ہو گئیں۔ یہ حیرت انگیز تہذیب عربی، قومی، ملی، لسانی، یا نسلی نہیں بلکہ اسلامی تہذیب تھی جس میں ہر قوم کے افراد محترم اور مساویانہ شان کے حامل تھے۔ اس تہذیب کے حاملین نے سیرت طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روشنی اخذ کرتے ہوئے انتہائی قابلیتیں صرف کیں۔ اپنے نسلی خصائص کو اُجاگر کر کے اسے تہذیب کے قدموں پر نچھاور کیا۔ اپنی شخصی تجربات، قومی خصوصیات اور حاصل تاریخ کو اسلامی تہذیب کے چمن کی آبیاری کے لیے وقف کر دیا۔ سیرتِ طیبہ نے سب تفاوت ختم کر دیئے۔ ان کے اندر ایک ہی رشتہ تھا جو وحدت کا تھا اور اس رشتہ نور سے ان کی انسانیت بلا روک ٹوک پروان چڑھتی رہی۔ یہ وہ خوبیاں ہیں جو سیرت طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں پروان چڑھنے والی تہذیب کے سوا کسی اور تہذیب کو نصیب نہیں ہوئیں۔(42)

ایک امی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم نے وحشی عرب بت پرستوں کو عاقل، روشن دل، روشن دماغ اور مقننین میں تبدیل کر دیا۔ ایک نہتے پیغمبر کے ولولہ تبلیغ نے کمزور عربوں کو سپہ سالار اور بہادر بنا دیا۔ جو خدا کے نام سے بھی آشنا نہ تھے وہ سیرتِ محمدی کے صدقے شب زندہ دار، عابد، متقی اور اطاعت گزار بن گئے۔ کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات انسانی کمالات اور صفات حسنہ کا ایک کامل مجموعہ تھی۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جامعیت کی نیرنگیاں ہی تھیں جو کبھی صدیق و فاروق ہو کر چمکتی تھیں، کبھی ذوالنورین اور مرتضیٰ ہو کر جلوہ گریاں نمایاں ہوتی تھی۔ کبھی خالد اور ابوعبیدہ اور کبھی سعد وجعفر طیار ہو کر سامنے آتی تھیں۔ کبھی ابن عمر اور ابوذر اور سلمان ہو کر مسجد ومحراب میں نظر آتی تھیں۔ گویا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وجودِ مبارک وہ آفتاب عالم تاب تھا جس سے اونچے پہاڑ، ریتلے میدان، بہتی نہریں، سرسبز کھیت، اپنی اپنی صلاحیت واستعداد کے مطابق تابش ونور حاصل کرتے تھے۔ سیرتِ طیبہ کا ابر باراں تھا جو پہاڑ، جنگل، میدان، کھیت، ریگستان اور باغ ہر جگہ برستا تھا اور ہر ٹکڑا اپنی اپنی استعداد کے مطابق سیراب ہو رہا تھا اور قسم قسم کے درخت اور رنگارنگ پھول اور پتے جنم لے رہے تھے اور اُگ رہے تھے۔(43)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنی نوع انسان کا افتخار ہیں گزشتہ چودہ صدیوں سے کئی مفکرین، فلسفی، سائنسدان اور علماء جن میں سے ہر ایک فہم وفراست کی دنیا کا ستارہ ہے، احترام اور ستائش کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کے پیچھے کھڑے ہیں اور انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے پر فخر ہے۔ ساری دنیا کے مسلمان آج بھی میناروں سے پانچ مرتبہ روزانہ یہ الفاظ سنتے ہیں: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں''۔ کائنات ایک کتاب ہے۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا نہ کیا جاتا تو اس کتاب کو سمجھا نہ جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کائنات کے معنی سمجھانے کے لیے تخلیق فرمایا۔ ہمارے عہد کے تہذیبی اور معاشرتی مسائل کا حل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر چلنے میں ہے۔ جیسا کہ برنارڈ شاہ نے تسلیم کیا ہے کہ:

> ''انسانیت اپنے ڈھیروں مسائل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رُخ کر کے حل کر سکتی ہے جنہوں نے پیچیدہ ترین مسائل اتنی آسانی سے حل کر لیے جس طرح کوئی کافی پیتا ہے''۔(44)

انسانیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کے لیے روحِ محمدی کا انتظار کر رہی ہے۔ جب انسانیت اس کی طرف رجوع کرے گی تو استحصال سے بچ کر، مصیبت سے آزاد ہو جائے گی اور اسے سچا سکون حاصل ہو جائے گا

یہ ابرِ کرم تو اب بھی ہے۔ یہ رحمت تو اب بھی ہے، ہم ہی استفادہ کی صلاحیت سے محروم ہیں۔ آج اگر مسلمان استفادہ رحمت کی صلاحیت پیدا کر لیں تو ابر کرم برس کر ہماری مشکلات کے دھبوں کو دھو سکتا ہے اور اسلامی تہذیب پھر سے عالمگیر ہو سکتی ہے لیکن اگر ہم نہ بدلے تو پھر تباہی کے سوا کچھ نہیں۔

اگر اسلامی تہذیب جو کہ عالمگیر تہذیب ہے پھر سے عروج حاصل کرتی ہے تو دین اسلام بلند ہوگا۔ لوگ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں انسانیت کو سکون نصیب ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے لگن اس دُنیا کو جنت بنا سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہر مسلمان کو رحمتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے استفادہ کی صلاحیت بخشے تاکہ اسلامی تہذیب کے نخلستان پھر سے آباد ہو جائیں۔ آمین ثم آمین۔

حواشی و حوالہ جات

(1) Hamidullah Muhammad *"The Life and work of Prophet of Islam"*, Translated and Edited by Dr. Mahmood Ahmed Ghazi, (Islamabad: Islamic Research Institute, 1998), p. 3

(2) سیّد سلیمان ندوی، خطبات مدراس، مکتب العلم، لاہور، ص18

(3) سورۃ فاطر:24

(4) سورۃ الرعد:7

(5) سورۃ الروم:47

(6) محمد حمید اللہ، رسول اللہ کی سیاسی زندگی (دارالاشاعت، کراچی 1984ء)، ص 29

(7) سیّد سلیمان ندوی، م-ن، ص 21

(8) سورۃ سباء:28

(9) سورۃ الاعراف:158

(10) سورۃ الانبیاء:107

(11) سورۃ التوبۃ:128

(12) سورۃ الاحزاب:21

13- Ismail Raji al-Faruqui, *"Islam and Other faiths"*, edited by Ataullah Siddiqui, (Leicester: the Islamic Faundation Mark Field Conference Center, 1998), p. 72

(14) ابن کثیر (ابوالفداء اسماعیل) البدایة والنهایة (مکتبہ المعارف، بیروت 1966ء) ص 1/ 257

(15) ابن ہشام (عبدالملک بن ہشام)، السیرة النبویة (دارالجیل، بیروت)، ص 1/ 168

(16) ابن ہشام، ایضاً، ص 1/ 182

(17) ابن سیّد الناس (محمد بن عبداللہ فتح الدین ابوالفتح) عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر (دارالجیل، بیروت، 1974ء)، ص 1/ 52

(18) تفصیل کے لیے دیکھیے: الزبیدی، تاج العروس، دارالفکر، بیروت، ص 1/ 513؛ ابن منظور الافریقی، لسان العرب، (نشر ادب الجوزۃ قم، ایران 1405ھ)، ص 1/ 782؛ سیّد ابوالاعلیٰ مودودی، اسلامی تہذیب اور اس کے اصول ومبادی، اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ، لاہور، 1978ء، ص ۱۱؛ سیّد سبط حسن، پاکستان میں تہذیب کا ارتقاء، مکتبہ دانیال، کراچی، 14-13

(19) Ijaz Akram *"Religion as a Source of Reconciliation Among Civilizations"* American Journal of Islamic Social Sciences, 19 (spring 2002), p. 34

(20) Sayyed Hossein Nasr *"Civilizational Dialogue and The Islamic World"*, Encounter Journal of Inter Cultural Pers Perspective, (September 2002), p. 128

(21) سیّد سلیمان ندوی، المصدر السابق، ص 38

(22) سیّد سلیمان ندوی، المصدر السابق، ص 38

(23) SayyedHossein Nasr *"Science and Civilizational In Islam*, (NewYork: New American Libarary, 1968), p. 30

(24) Arberry, *Aspects of Islamic Civilization*, p. 13. Gibb, Mohammadanisms p. 68. Hitt, History of Arabs, p. 156

(25) Arberry, *Ibid*, p. 13

(26) سورۃ الروم: 41

(27) گستاؤلی بان، تمدن عرب، مترجم: سیّد علی بلگرامی، مقبول اکیڈمی، لاہور، ص396

(28) دیکھیں: مہوش سوامی دیانند سرسوتی، ستیارتھ پرکاش، مترجم: مہندر رادھاکش، لاہور 2001ء، ص367

(29) احمد عبداللہ المسدوسی، مذاہب عالمی، مکی دارالکتب، لاہور 2004ء، ص93

(30) ابوالحسن علی ندوی، تہذیب و تمدن پر اسلام کے اثرات و احسانات، مجلس نشریاتِ اسلام، کراچی 1986ء، ص23

(31) سورۃ ال عمران: 31

(32) سیّد سلمان ندوی، خطبات مدراس، ص78

(33) سورۃ المائدہ: 3

(34) سیّد سلیمان ندوی، خطبات مدراس، ص79

(35) گستاؤلی بان، تمدن عرب، ص 201؛ فواد سیزگین، تاریخ علوم میں تہذیب اسلامی کا مقام، ترجمہ: خورشید احمد رضوی، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد، ص35-30

(36) سیّد سلیمان ندوی، المصدر السابق، ص80

(37) بنی اسرائیل: 70

(38) سورۃ التین: 4

(39) سورۃ الحجرات: 10

(40) سیّد قطب شہید، **معالم فی الطریق** (جادہ و منزل) مترجم: خلیل احمد حامدی، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، 19811ء، ص 798

(41) غلام جیلانی، برق، ہماری عظیم تہذیب، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور 1970ء، ص22

(42) سیّد قطب شہید، المصدر السابق، ص158

(43) سیّد سلیمان ندوی، خطبات، ص99-98

(44) فتح اللہ گولین، سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، مترجم: محمد یونس قریشی، ایف نیاز، جہانگیر بکس، لاہور، ص xxi